شکر کے متعلق احادیث اور ہندوستان کے نومبائعین کا طرزِ عمل

جلسہ سالانہ قادیان کے کامیاب انعقاد پر خدا تعالیٰ کا شکر

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11 دسمبر 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۱۲۱﴾
شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۲﴾ (النحل: 122،121)

پھر فرمایا:

یہ آیات سورۃ النحل کی 121ویں اور 122ویں آیات ہیں۔ ان کا تشریحی ترجمہ یہ ہے کہ ابراہیم یقیناً ایک امّت تھا، ایسی امّت جو ہمیشہ تذلّل اختیار کرنے والا۔ امّت کا لفظ تو کثرت سے لوگوں کے گروہ کے متعلق استعمال ہوا کرتا ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بڑی امّت تھے۔ ان معنوں میں یہ ایک خوشخبری بھی تھی اور ایسی خوشخبری تھی جو کبھی کسی اور نبی کو اس رنگ میں عطا نہیں ہوئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امّت بھی ابراہیمؑ ہی کی امّت ہے اور اس پہلو سے ابراہیمؑ کی اپنی امّت کا جو پھیلاؤ ہے دُنیا میں وہ بھی بے شمار ہے۔ تو ان امور کو پیش نظر رکھیں تو امّت کا ایک بیج تھا اس کا یہ معنی بنے گا۔ ابراہیمؑ کے اندر ایک ایسی امّت کا بیج تھا جس نے سب دُنیا پہ چھا جانا تھا اور اس بیج نے سب سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی نشوونما حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے ذریعہ سے حاصل کرنی تھی۔

قَانِتًا: ہمیشہ تذلّل اختیار کرنے والا اللہ کی خاطر، اللہ کے حضور ہمیشہ بچھا رہنے والا۔

حَنِيفًا: اس حد تک اللہ کی طرف جھکاؤ کہ اگر ایسے جھکاؤ والے کے قدم ڈگمگائیں بھی تو خدا ہی کی طرف گرے گا یعنی خدا سے ہٹ کر دوسری طرف گرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو قدم ڈگمگانے کا محاورہ ہے مراد یہ ہے کہ اس جھکاؤ کے ساتھ ہمیشہ رہا کہ جب بھی پناہ کی ضرورت پڑی، جب بھی سہارا ڈھونڈنا ہوا اللہ ہی کی پناہ لی، اللہ ہی کا سہارا ڈھونڈا۔ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ: اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا۔ اب مشرک کی نفی اس سے بہتر الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔ جو الفاظ اس سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق استعمال ہوئے ہیں اس میں ہر قسم کے شرک کی نفی ہے۔ اس پر اگر آپ غور کریں تو حیران ہوں گے کہ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ میں ہر طرح کے شرک کی نفی شامل ہوگئی ہے اور ابراہیمؑ کو ایک موحّد بندے کے طور پر پیش کیا۔ اس کے نتیجے میں اس پر شکر واجب تھا اور یہی اس سے اگلی آیت بیان فرما رہی ہے۔ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ: نعمتیں تو اس پر بے شمار تھیں اللہ کی، وہ ان سب نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا۔ اب جتنی بڑی نعمتوں کا ذکر گزرا ہے اس کا شکر بھی سوچیں کہ کتنا وسیع شکر ہوگا۔ کس گہرائی سے شکر ادا کیا گیا ہوگا اور کس وسعت کے ساتھ ہر نعمت کا تصور کر کے اس کا شکر ادا کرنا گویا کہ ساری زندگی اسی میں صرف ہوگئی۔

اِجْتَبٰهُ: اللہ نے اسے چن لیا۔ شکرِ نعمت کا حق ادا کئے بغیر چننے کا سوال نہیں اور چنے بغیر شکرِ نعمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ چنتا ہی ان بندوں کو ہے جو نعمت کا شکر ادا کرنے کا حق ادا کرتے ہیں اور جو حق ادا کرتے ہیں ان کو مزید چن لیتا ہے تو گویا ایک لامتناہی سلسلہ اجتبیٰ کا ہے جو چلتا چلا جاتا ہے اور وہ راستہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ جتنا اللہ کا احسان بڑھتا چلا جائے اتنا شکر بڑھتا چلا جائے اسی قدر اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا اجتبیٰ کا فعل صادر ہوتا چلا جائے گا اُس بندے کو مزید نیک ترقیوں اور بلندیوں کے لئے چن لے گا۔ چنانچہ اسی آیت کے آخر پر ہے وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: اس کو ایک سیدھی راہ کی طرف ہدایت دی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو صراطِ مستقیم پر تھے ہی۔ یہاں اس مضمون کے سیاق و سباق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ ایک جاری صراطِ مستقیم کا سلسلہ تھا جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اس رستہ کو کہتے ہیں جو بالکل سیدھا ہو اور سیدھا رستہ کبھی کہیں ختم نہیں ہو سکتا۔ ہر چیز جو ختم ہوتی ہے اس کے لئے ایک دائرہ کی ضرورت ہے، خم کی ضرورت ہے اگر کسی چیز میں خم نہ ہو تو وہ لامتناہی ہوگی تو اِلٰى صِرَاطٍ

مُّسْتَقِيْمٍ میں یہ معنی اس سیاق وسباق کے ساتھ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ایسے رستہ پر چلا دیا نعمتوں اور شکر، نعمتوں اور شکر، نعمتوں اور شکر اور اس کے نتیجہ میں اللہ کا اجتبیٰ کرتے چلے جانا کہ یہ راہ جو تھی یہ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تھی اس راہ پر کبھی بھی کوئی آخر نہیں آیا کرتا، مسلسل آگے بڑھنے والی، مسلسل آگے چلنے والی راہ ہے۔ اور دوسری آیت میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (البقرة:131) کا ذکر آتا ہے اس میں بھی دراصل اسی طرف اشارہ ہے کہ اس کی ہر آخرت صلاح کی آخرت تھی۔ اس کا ہر بعد میں آنے والا فعل نیکی کا فعل تھا۔ تو صرف دُنیا ہی میں اس نے حسنات سرانجام نہ دیں، دُنیا ہی میں نیکیوں پر نہیں چلا بلکہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی نیکیاں بھی اس کو عطا کیں اور ایسی صلاحیت عطا فرمائی، ایسی پاکیزگی عطا فرمائی جو دن بدن بڑھتی چلی جارہی تھی اِس دُنیا میں بھی اور اُس دُنیا میں بھی اس کے صالح ہونے کا اثر ان معنوں میں ظاہر ہوتا ہے جن معنوں میں یہ آیات بیان کر رہی ہیں کہ لامتناہی سلسلہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

یہ آیات شکر کی آیات ہیں اور آج بھی میں شکر ہی کے مضمون پر کچھ امور بیان کرنا چاہتا ہوں اور ان کا سب سے اوّل تعلق تو جلسہ سالانہ قادیان سے ہے جو حال ہی میں گزرا ہے۔ اس جلسہ کے متعلق میں نے یہ بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ اس کثرت سے نومبائعین جو ہندوستان کے رہنے والے نومبائعین تھے تشریف لائے اور دوسرے ہندوستانی اس کثرت سے تشریف لائے کہ ان کی تعداد ہر دوسرے جلسہ سے بڑھ گئی سوائے اس جلسہ کے جس میں مَیں شامل ہوا تھا لیکن مجھے بعد میں توجہ دلائی گئی اور گھر میں ہی ہماری ایک بچی نے کہا کہ آپ کی بات اعداد وشمار کے لحاظ سے درست نہیں ہے کیونکہ ہندوستان کی جماعتیں آپ کے وہاں دورے کے وقت بھی اس کثرت سے شامل نہیں ہوئی تھیں اس لئے نیا ریکارڈ ہے یہ۔ یہ ایک نئی منزل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں لے جا کر کھڑا کیا اور آگے بڑھنے کے لئے کھڑا کیا ہے ہر منزل پر انسان تھوڑا سا دم لیتا ہے پھر آگے چل پڑتا ہے۔ تو واقعی یہ بہت گہری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیان کے جلسہ میں اس کثرت سے ہندوستانیوں کو شامل ہونے کی توفیق بخشی ہے جن میں بھاری اکثریت نومسلموں کی تھی کہ ایسی کثرت سے ہندوستانیوں کا کسی قادیان کے جلسہ میں شریک ہونا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ جس جلسہ میں مَیں شامل ہوا تھا، مجھے اللہ نے توفیق عطا فرمائی تھی اس وقت پاکستان سے بڑی بھاری

تعداد احمدیوں کی اس میں شامل ہوئی تھی۔ اب کوئی بھی پاکستان سے وہاں نہیں جا سکا۔ وہ غالباً چھ سات ہزار تھے جو پاکستان ہی سے وہاں پہنچے ہوئے تھے اس کے علاوہ سب دُنیا سے کئی ہزار، دو تین ہزار مہمان تشریف لائے ہوئے تھے جواب چند سو تھے صرف، تو اگر ان کا حساب نکال لیں تو بلاشبہ یہ جلسہ ایک ریکارڈ جلسہ ہے۔ ایسا ریکارڈ کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اب ہمارے لئے نئے معیار مقرر فرمائے گا اور اس کے ساتھ میری توجہ اس طرف بھی منتقل ہوئی کہ پاکستان میں کبھی کوئی جلسہ ایسا نہیں ہوا جس میں دس ہزار نومبائعین شامل ہوئے ہوں۔ دس ہزار تو کیا ہزار ڈیڑھ ہزار سے زیادہ کا مجھے یاد نہیں کہ کبھی بھی پاکستان کے کسی جلسے میں اس کثرت سے نومبائعین شامل ہوئے ہوں اور غیر احمدیوں کی تعداد بھی نسبتاً معمولی ہوا کرتی تھی۔ غیر مبائعین اور نومبائعین کو ملا بھی لیں تو ربوہ کے جلسہ میں دو اڑھائی ہزار سے زیادہ ان کی تعداد نہیں ہوا کرتی تھی، زیادہ سے زیادہ اتنی تھی۔ تو اب قادیان کا جلسہ دیکھیں تو کتنا آگے بڑھ گیا ہے اللہ کے فضل کے ساتھ ربوہ کے مقابل پر اس کا بڑھنا ایک خوش خبری ہے کہ جس ربوہ کے یہ پیچھے پڑے ہوئے ہیں اللہ ایسے ہزار ربوے اور پیدا کر دے گا اور ربوہ کی تمہیں باتیں یاد ہیں اس وقت تم تو کچھ بھی نہیں تھے جب ربوہ پہ تمہیں قبضہ تھا اس وقت تو تمہاری کوئی حیثیت ابھی نہیں تھی۔ اب دیکھو کہ اللہ تعالیٰ ہندوستان میں کس کثرت کے ساتھ تمہارے لئے نئے انصار پیدا کر رہا ہے جو قَانِتًا لِّلّٰہِ نیکی کی راہوں پہ آگے بڑھیں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جو خدا کا وعدہ تھا اور جو سلوک فرمایا گیا وہی سلوک ہے اب جو انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے مقدر میں آچکا ہے اور دُنیا کا کوئی دشمن بھی اسے ہم سے کھینچ کے چھین نہیں سکتا۔ اب ان لوگوں کی پھبتیاں اور تعلّیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ ابھی تک بعضوں کے خط آتے ہیں کہ بڑا افسوس ہو رہا ہے کہ پتا نہیں کیا ہوگا وہاں۔ ان کو یہ نہیں پتا کہ خدا کیا کر رہا ہے، وہ تو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کس طرح مقابلے کر رہی ہے ان کے اور کس طرح ان کو نامراد کر رہی ہے کوئی بھی ان کی حیثیت باقی نہیں رہی۔ آگ ہے جو سینوں میں لگی ہوئی ہے اس کے سوا اُن کے پاس اور کچھ نہیں رہا۔

اب شکر کے تعلق میں ہی میں بعض احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اور انہی احادیث سے سبق لیتے ہوئے اب ہندوستان کے نو احمدیوں کے شکر کا طریقہ آپ کو بتاتا ہوں۔ سب سے پہلی حدیث تو بندوں کے احسان سے تعلق رکھنے والی ہے۔

’’عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس پر کوئی احسان کیا گیا ہو اور وہ احسان کرنے والے کو کہے کہ اللہ تجھے اس کی جزائے خیر اور اس کا بہترین بدلہ دے تو اس نے ثنا کا حق ادا کر دیا۔‘‘

(جامع الترمذی، ابواب البرّ والصلة، باب ماجاء فی الثناء بالمعروف، حدیث نمبر:2035)

اب یہ وہ حدیث ہے جس کا تعلق محض بندوں کے احسان سے ہے کیونکہ خدا کو تو نہیں انسان کہا کرتا کہ جزاك الله احسن الجزاء۔ اے اللہ تجھے اللہ جزا دے اس لئے اس حدیث کا کوئی اور معنی ممکن ہی نہیں ہے سوائے اس کے کہ بندوں کا معاملہ بندوں کے ساتھ ہو۔ قَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق ہی ادا نہیں کیا بلکہ بہت مبالغہ کیا ثنا میں۔ مبالغہ ان معنوں میں کہ جہاں تک ثنا ممکن تھی وہ اس نے کر دی اس لئے جب آپ کہتے ہیں جزاك الله خیراً کہ اللہ تجھے بہترین جزا دے، تو یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ بعض لوگ اپنی حماقت سے یہ سمجھتے ہیں کہ مقابل پہ دیا تو ہمیں کچھ بھی نہیں اور جزاك الله کہہ کے، بعض لوگ کہتے ہیں ٹرخا دیا۔ بہت ہی بے وقوف ہیں یہ خیال کر لینے والے کیونکہ بندہ کیا دے سکتا ہے آخر۔ آپ جتنا بھی اس کے لئے کچھ کریں وہ زیادہ سے زیادہ جو دے گا پھر بھی اپنے بندے کے احتیاج کے مطابق دے گا۔ وہ خود محتاج ہے اس کا ایک محدود دائرہ ہے اس سے بڑھ کر وہ آپ کو کچھ عطا کر ہی نہیں سکتا۔ تو وہ لوگ جو عطا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایک پہلو سے بدلہ اتار بھی دیتے ہیں مگر جب بدلہ اتار دیا جائے تو دونوں کے درمیان جو محبت اور مودّت کا رشتہ ہے وہ عملاً منقطع ہو جاتا ہے۔ ایک انسان سمجھتا ہے میں نے اس کے لئے کچھ کیا تھا دوسرا کہتا ہے میں نے اس کے لئے کر دیا اور جب بھی کوئی وقت پڑے تو کہہ دیتے ہیں دیکھو میں نے تمہارا بدلہ اتار دیا تھا اور جتنا تم نے کیا تھا اس سے زیادہ دیا تھا تو بات وہیں ختم ہو گئی لیکن جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: قَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ اس سے بڑھ کر وہ اس کی ثنا اور کیا کر سکتا تھا کہ اپنے احسان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ جزا کی دعا دی جائے تو دل کی گہرائی سے دینی چاہئے اور اگر دل کی گہرائی سے یہ دعا اٹھے تو اس سے بہتر کسی احسان کا بدلہ نہیں اتارا جا سکتا۔ کیوں؟ اس دعا کو پھر اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور دل کی گہرائی سے تب ہی اُٹھ سکتی ہے اگر انسان کے اندر احسان

مندی کا جذبہ ہو، اگر انسان کے اندر احسان کو قبول کرنے اور اس پر خوش ہونے اور تھوڑے سے کو بہت زیادہ سمجھنے کا جذبہ ہو تب ہی دل کی گہرائی سے دعا اُٹھ سکتی ہے۔تو تمام دُنیا کے احمدیوں کے لئے اس میں بڑا گہرا سبق ہے۔اپنے روزمرّہ کے معاملات کو آپس میں درست کریں اور احسان کا جو بدلہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آپ بہترین رنگ میں ادا کریں وہ دعا کے ذریعہ ہے اور ایسی دعا کے ذریعہ جس سے بڑھ کر پھر دعا ممکن نہیں ہے لیکن ایک شرط ہے اس کے ساتھ وہ یہ ہے کہ اگر آپ اپنی طرف سے کچھ دے سکتے ہوں تو وہ دینے کے علاوہ یہ دعا دیں۔دو باتیں ہیں، دے کر انسان سمجھے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے اور پھر اللہ کی طرف معاملہ لوٹا دے کہ اے اللہ! اس کو اتنا دے کہ جو میرے تصور میں بھی نہیں آ سکتا یا اس کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا تو یہ ایک لامتناہی شکر کا سلسلہ ہے جو چلتا چلا جاتا ہے۔یہ وہ صراط مستقیم ہے شکر کی جس کا ذکر حضرت ابراہیمؑ کے سلسلہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اگلی حدیث وہ ہے جو بہت گہری ہے اور مختلف معانی رکھتی ہے۔بندوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور اللہ کے احسانات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔جتنا میں نے اس پر غور کیا ہے اتنا ہی زیادہ میں اس کے مختلف معانی میں کھویا گیا ہوں اور مشکل محسوس کرتا ہوں کہ ان سب معانی کی طرف آپ کو متوجہ کر سکوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھوڑے سے کلام میں بے انتہا معانی مضمر ہوا کرتے ہیں اور یہ وہ حدیث ہے جس کا تعلق بیک وقت انسانوں کے احسان سے بھی ہے اور اللہ کے احسانات سے بھی ہے۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جسے کوئی چیز عطا کی جائے۔(اب دیکھیں مجہول رکھا ہے اس کو) مَنْ أُعْطِيَ عَطَاءً“

صاف پتا چل رہا ہے کہ اس میں دونوں امکانات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔چیز بندے کی طرف سے عطا کی جائے یا اللہ کی طرف سے عطا کی جائے۔تو یہی چابی ہے اس بات کی کہ آگے جتنے مضامین چل رہے ہیں وہ بندوں اور خدا دونوں کی طرف منسوب ہوں گے۔جب اللہ کی طرف منسوب ہوں گے تو پھر اس کے معنی بہت زیادہ وسیع اور گہرے ہوتے چلے جائیں گے۔

”جسے کوئی چیز عطا کی جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کا بدلہ دے۔(ان معنوں میں)
أُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهِ۔“

اب یہاں ترجمہ کرنے والے نے یہ غلطی کی ہے کہ وَجَدَ کے مضمون کو آخر پہ رکھا ہے حالانکہ یہ فرمایا گیا: فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهِ اگر اسے توفیق ہو۔وَجَدَ کا یہ معنی ہے یہاں، اگر توفیق ہو تو اس کا بدلہ دے۔اب اللہ

کے بدلہ اتارنے کی توفیق ہی نہیں تو بندوں کے معاملہ میں توفیق کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہے مگر اللہ کے معاملہ میں تو کوئی توفیق ہی نہیں ہے آپ کیسے توفیق پائیں گے کہ اللہ کا بدلہ اتاریں۔ تو یہ دو شاخہ معنی چلتا چلا جارہا ہے آگے۔

''فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ بِهِ، فَمَنْ أَثْنَى بِهِ فَقَدْ شَكَرَهُ۔''

اب یہاں ایک محاورہ حضور اکرم ﷺ نے استعمال فرمایا ہے جو عربی لغت میں اس طرح نہیں ملتا کہیں بھی۔ ثَنَی عَلَیۡہِ کا مضمون تو ملتا ہے لیکن ثَنَی بِہٖ۔ اَثۡنَی بِہٖ کا جو صلہ ہے ''ب'' کے ساتھ یہ آپ کو کسی لغت میں کہیں نظر نہیں آئے گا اور یہ بات واضح کر رہی ہے کہ حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ کے ذہن میں عام معنوں سے ہٹ کر کچھ معانی ہیں اور یہی وہ پہلو ہے جو آج میں آپ کے سامنے خوب کھولنا چاہتا ہوں۔ فَلۡیَجۡزِ بِہٖ۔ جَزَی بِہٖ کا مضمون تو ہر لغت میں آپ کو مل جائے گا۔ کسی کو کسی چیز کی جزا دی جائے تو کہیں گے جَزَی بِہٖ یہ عام مضمون ہے۔ مگر یُثۡنِ بِہٖ کہیں نظر نہیں آئے گا اور یہی وہ ثَنَی بِہٖ ہے جس کا معنی بہت وسیع ہے جس کے متعلق میں آج آپ کے سامنے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو یا توفیق نہ ہو تو یُثۡنِ بِہٖ اگر میں بندوں کی بات پہلے شروع کرتا ہوں تو یہ نہیں فرمایا کہ اس کی تعریف کرو، اس کا کوئی ذکر نہیں ہے اس چیز کے ذریعہ اس کا شکر ادا کرو جو تمہیں عطا کی گئی ہے۔ یہ مضمون عام مضمون سے بہت گہرا ہے۔ یُثۡنِ بِہٖ کا صرف یہ مطلب بنے گا اس چیز کے ذریعہ شکر عطا کرو جو تمہیں عطا کی گئی ہے۔ اس چیز کے ذریعہ کیسے شکر ہوتا ہے اس کے بہت سے طریق ہیں جو اس حدیث میں اللہ کے تعلق میں تو سمجھ آجاتے ہیں، بندے کے تعلق میں فوری طور پر سمجھ نہیں آسکتے مگر غور کریں تو سمجھ آجائے گی۔ جو چیز تمہیں دی گئی ہے اس کو اگر لوگوں میں آگے بیان کرو اگرچہ دینے والا شکریہ کا محتاج نہیں ہے اور دینے والے کا شکریہ کا احتیاج اس کو اس قابل ہی نہیں رہنے دیتا کہ اس کا احسان کرنے والوں میں شمار ہو سکے۔ تو یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اس کی ثنا کرو کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے۔ فرمایا اس چیز کو جو دیتا ہے اس کو آگے چلاؤ۔ اب کسی بندہ کو کسی کی طرف سے کچھ ملتا ہے اگر وہ اس کو روک کے بیٹھ جائے تو یہ ثنا کا حق ادا نہیں کر رہا۔ بِہٖ کے معنی میں ادا نہیں کر رہا۔ اس چیز کو استعمال کر کے اس کا حق ادا کرو۔ اب یہ استعمال بھی کئی طریق سے ہے۔ ایک تو یہ کہ خود اپنے اوپر استعمال کرو، اپنے گھر والوں پر استعمال کرو، اپنے عزیزوں پر استعمال کرو جو ثابت کر دے گا کہ

تمہیں وہ چیز پسند تھی۔ اگر استعمال ہی نہ کرو اور چھپا لو یا الگ پھینک دو تو یہ شکر کا حق ادا کرنے والی بات نہیں ہے۔ دوسرے لوگوں تک پہنچاؤ۔ اسی چیز کا فیض اسی طرح لوگوں تک پہنچاؤ جیسے تم تک کسی نے اس چیز کا فیض پہنچایا تھا تو یہ سارے معنی بِہٖ سے نکلتے ہیں اور عَلٰی سے نہیں نکلتے جو عام طور پر ثنا کا صلہ ہے کیونکہ یہ دونوں مضمون بیک وقت چل رہے ہیں۔

اب میں صرف خدا کے تعلق میں صرف یہ مضمون بیان کرتا ہوں۔ فَمَنْ أَثْنَى بِهٖ فَقَدْ شَكَرَهٗ جس نے خدا کی عطا کردہ چیزوں کے ذریعہ اللہ کا شکر ادا کیا یعنی ان سب چیزوں کو اس طرح بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے استعمال کیا جس طرح اللہ نے اس کو عطا کی تھیں ان کو نہ چھپایا، نہ یہ ظاہر کیا کہ خدا نے خاص فضل مجھ پہ فرمایا ہے کیونکہ جب بھی اس بات کو چھپائے گا کوئی شخص تو ثنا کا حق جاتا رہے گا۔ تو مراد یہ ہے کہ جو بھی تمہیں عطا ہوا ہے اسے بیان بھی کرو اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو دکھا دو کہ اس طرح شکر ہوا کرتا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اس کی بہت سی شاخیں ہیں مگر اتنا یاد رکھیں کہ شکر کی بحث چل رہی تھی یہاں آ کر شکر کی تان ٹوٹی ہے۔ فَقَدْ شَكَرَهٗ یہ ثنا کرے گا تو پھر شکر ادا ہوگا ورنہ شکر ادا نہیں ہوگا۔

”وَمَنْ كَتَمَهٗ فَقَدْ كَفَرَهٗ۔“

(سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في شكر المعروف، حدیث نمبر: 4813)

اور جو ان احسانات کو چھپائے گا۔ فَقَدْ كَفَرَهٗ اس نے ناشکری کی۔ تو اللہ تعالیٰ کے احسانات کو بکثرت بیان کرنا، اللہ تعالیٰ کے احسانات کو استعمال کرنا، دوسرے بنی نوع انسان کے لئے احسان کے طور پر استعمال کر کے، یہ شکر ہے اور ان نعمتوں کو چھپا لینا کسی خوف سے، دُنیا کے ڈر سے یا اور کسی بنا پر تا کہ ان کے پاس یہ چیزیں اکٹھی ہونی شروع ہو جائیں یہ ساری ناشکری کی قسمیں ہیں۔

پس اس مضمون سے یہ راہنمائی حاصل کرتے ہوئے میں اب قادیان کے جلسہ کے تعلق میں ان نومبائعین کے متعلق یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے جو یہ کہا تھا کہ ان سب نومبائعین کو ہم دوبارہ جھونک رہے ہیں اسی راہ میں جس راہ سے ہمیں یہ عطا ہوئے تھے، یہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا کئے تھے بہت سی باتوں کے پیش نظر جن کا ذکر میں ابھی کر چکا ہوں۔ ہم پر جو مظالم ہوئے، ظلم و ستم ہوئے، ہماری جو ناشکری کی گئی، ہم نے احسان پر احسان کئے اور اس کے مقابل پر ظلم پر ظلم دیکھے ان ساری

باتوں کو اللہ تعالیٰ تو نہیں بھولتا، بندہ تو بھلا دیتا ہے اور شکر ادا کرنے والوں میں سب سے زیادہ شکر اللہ ادا کیا کرتا ہے اور اس کے شکر ادا کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ وہ جتنا احسان کرتا ہے اس کو اور بھی بڑھا دیتا ہے اور اس دوڑ میں کوئی اللہ کو شکست نہیں دے سکتا۔ جتنا مرضی آپ کوشش کر کے دیکھ لیں کوئی چیز تو اللہ کو دے نہیں سکتے سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اس کا شکر ادا کر سکتے ہیں مگر جتنا شکر ادا کریں گے وہ اور دیتا چلا جائے گا۔ اب آنحضرت ﷺ سے زیادہ تو شکر ادا کرنے والا کوئی دُنیا میں پیدا نہ ہوا، نہ ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ کے شکر ادا کرنے کے لئے ساری زندگی وقف کر دی اور اللہ تعالیٰ آپ کے مقام بڑھاتا چلا گیا ناممکن تھا کہ اللہ کا شکر ادا کر کے اللہ کو آپ ﷺ تھکا دیتے اور ناممکن تھا کہ خود بھی تھک جاتے کیونکہ زندگی بھر آپ ﷺ تھکے نہیں شکر ادا کرتے کرتے اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جزا جو اس دُنیا میں عطا ہوئی تھی، جس حد تک ہوئی تھی اس کے علاوہ اللہ نے اس کو لامتناہی کر دیا اگلی دُنیا کے لئے۔ تو آئندہ دُنیا میں جو خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو بلند سے بلند تر درجات عطا فرماتا چلا جائے گا یہ اس شکر کا ہی نتیجہ ہیں جو زندگی بھر آپ ﷺ نے ادا کیا۔ اب وہاں اللہ تعالیٰ کا شکر رسول اللہ ﷺ کیسے ادا فرمائیں گے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ یہ وہ ایسی دوڑ ہے جس میں شکر ادا کرنے والے نے ہارنا ہی ہارنا ہے اور اللہ نے جیتنا ہی جیتنا ہے۔

تو اس پہلو سے میں نے یہ گزارش کی تھی کہ اب ہمارا شکر یہ ہے کہ ان سب نومبائعین کو دوبارہ اسی راہ میں جھونک دیں اور استعمال کریں۔ اس احسان کا بدلہ اتارا تو نہیں جا سکتا مگر شکر ادا کرنے کے طور پر کہ اللہ تو نے یہ نعمت ہمیں دی تھی اب یہ نعمت ہم تیری راہ میں خرچ کر رہے ہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ قادیان سے جتنی اطلاعیں ملی ہیں ان کی رو سے یہ نومبائعین جو سیدھے سادے بندے ہیں زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں بلکہ کثرت ایسی ہے جو تعلیم یافتہ ہے ہی نہیں، وہ اس پیغام کو سمجھ گئے ہیں۔ میں حیران رہ گیا کہ دیکھو اللہ نے کیسی ان کو فراست عطا فرمائی ہے کہ قادیان سے جتنی بھی رپورٹیں مل رہی ہیں اس میں اس بات کو نمایاں طور پر پیش کیا گیا ہے کہ سارے باتیں کرتے ہیں آپس میں، ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ ہم اس بات کو خوب سمجھ گئے ہیں، ہم شکر گزار بنتے ہیں اور بنیں گے اور جماعت نے جو ہم سے توقع کی ہے اس توقع کے مطابق ایسا شکر ادا کریں گے کہ ہندوستان کے کنارے گونج اٹھیں گے چنانچہ اب وہ یہ ارادے لے کر واپس گئے ہیں۔ تو ہم سے تو یہ وعدہ ابھی سے پورا ہو گیا۔

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ ۔ (ابراھیم :8) اَزِيۡدَنَّكُمۡ میں ان کے معیار کے بڑھنے کا بھی ذکر ہے کہ زِدۡنَا کے معنی زیادہ کرنا ہے اور جب خدا شکر کے نتیجے میں زیادہ کرتا ہے تو اچھی باتیں زائد کیا کرتا ہے بُری باتیں زائد نہیں کیا کرتا۔ تو جس حال میں یہ لوگ آئے تھے اس سے بہت بہتر حال میں لوٹے ہیں یہ بھی اَزِيۡدَنَّ کا وہ وعدہ ہے جو پورا ہو ہی گیا اور اس کے بعد جو انہوں نے بڑھنا ہے اور ہندوستان میں پھیلنا ہے یہ اس کے بعد کی باتیں ہیں۔ تو وہی بات جو بارہا آپ کے سامنے بیان کی گئی ہے اور بیان کرتے ہوئے میں کبھی تھکتا نہیں وہ زِہٖ والی بات ہے۔ ناممکن ہے کہ آپ اللہ کو ہرا سکیں اس معاملہ میں جب کہ انسان تو انسان کو بھی نہیں ہرا سکتا اس معاملہ میں۔

وہ بادشاہ کا قصہ آپ نے بارہا سنا ہوگا لیکن نئی نسلیں بھی آتی رہتی ہیں اور یہ نو مبائعین بھی ضرور سن رہے ہونگے۔ ان سب کے لئے سارے ہندوستان میں انٹینا ز لگے ہوئے ہیں اور یہ بات کو سنتے ہیں اور بڑی توجہ سے دیکھتے ہیں تو ان کے علم میں اضافہ کے لئے یا ان کے لطف میں اضافہ کے لئے میں دوبارہ پھر یہ بیان کر دیتا ہوں۔ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ جب بھی چلو اپنے ساتھ اشرفیوں کی تھیلیاں لے کے چلا کرو کیونکہ جب کوئی چیز مجھے بہت پسند آئے اور میرے منہ سے زِہٖ نکل جائے کہ واہ واہ کیا بات ہے تم فوراً ایک تھیلی اس کو دے دینا جس کے متعلق میں زِہٖ کہوں۔ اسی طرح وہ بادشاہ بھیس بدل کر سفر کیا کرتا تھا کیونکہ وہ چاہتا نہیں تھا کہ لوگوں کو پتا لگے کہ یہ بادشاہ ہے یا اسے مجھ سے کوئی توقع ہے عام سادہ باتوں میں کوئی اچھی بات کر دیں تو پھر میں زِہٖ کہوں۔ ایک بوڑھا کسان درخت لگا رہا تھا، اور درخت لگا رہا تھا کھجور کے، اور تھا اتنا بوڑھا کہ بظاہر حالات اس کا اپنے لگائے ہوئے کھجوروں کا پھل کھانا ممکن نہیں تھا کیونکہ کھجور آٹھ نو سال میں عام طور پر پھل دیتی ہے اب جلدی پھل دینے والی بھی ایجاد ہوگئی ہیں مگر عموماً آٹھ نو سال کے بعد پھل دیا کرتی ہے۔ تو اگر وہ نوے سال کا ہو جس طرح کہ بیان کیا جاتا ہے کہ بہت ہی بوڑھا تھا تو لازماً بادشاہ کو یہ خیال گزرا ہوگا کہ یہ کیا فضول کام کر رہا ہے، پھل تو کھا نہیں سکے گا اپنی محنت کا۔ تو اس نے اس بڈھے سے کہا کہ دیکھو تم یہ کام کر رہے ہو جس کا پھل تم کھا نہیں سکو گے، کیا فائدہ؟ اس نے کہا ہمارے باپ دادے بڈھے ہوا کرتے تھے انہوں نے جو کھجوریں لگائی تھیں ان کا پھل میں کھا نہیں رہا؟ کیا میں ایسا ناشکرا ہو جاؤں کہ ان کے احسان کا بدلہ اتارنے کی کوشش نہ کروں۔ یہ احسان کا بدلہ ان تک تو

نہیں پہنچ سکتا مگر آنے والی نسلوں کو پہنچے گا پھر وہ کھجوریں لگایا کریں گے، اس سے اگلی نسلیں فائدہ اٹھایا کریں گی تو احسانات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو جاری ہو جائے گا۔ یہ اتنی پیاری بات لگی بادشاہ کو کہ اس نے کہا زِہْ۔ سُبْحَانَ اللہِ، کیا بات ہے۔ اسی وقت وزیر نے ایک تھیلی اشرفیوں کی نکال کر اس کو پکڑا دی۔ اس نے کہا بادشاہ سلامت! آپ تو کہتے تھے کہ کھجوریں نو سال کے بعد پھل لاتی ہیں میری کھجور نے تو ابھی پھل دے دیا ہے۔ آپ گواہ رہیں اس کے۔ بادشاہ سلامت تو نہیں اس نے کہا۔ ابھی تو چھپایا ہوا تھا، بیچ میں سے جانتا ہوگا ضرور کیونکہ بڑا ذہین بڈھا تھا۔ اس نے کہا میری کھجوریں تو ابھی دیکھیں دوبارہ پھل دے دیا ہے۔ یہ بات سن کر بادشاہ کے منہ سے پھر زِہْ نکل گیا۔ اسی وقت وزیر نے ایک اور تھیلی نکالی اور اسے پکڑا دی۔ اس نے کہا واہ واہ کھجوریں ایک سال میں پھل نہیں دیتیں یہاں تو ایک سال میں دو پھل دے دئے ہیں، کیسی رہی۔ پھر اس کے منہ سے زِہْ نکلا اور وزیر نے ایک تھیلی اور پکڑا دی۔ اور اس نے کہا بھاگو یہاں سے یہ بڈھا تو ہمارے خزانے لوٹ لے گا ایسا عقل والا بڈھا ہے کہ کچھ نہیں چھوڑے گا۔

اب اللہ تو ایسا بادشاہ نہیں ہے جس کے خزانے لوٹے جاسکیں۔ یہ ہے مضمون جس کے تعلق میں مجھے یہ روایت ہمیشہ یاد آجاتی ہے اللہ کے خزانے تو کوئی بھی نہیں لوٹ سکتا، ختم کر ہی نہیں سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں لوٹ سکے تو اب دُنیا میں اور کون لوٹ سکے گا، لوٹے مگر ختم نہیں کر سکے۔ تو اس لئے میں ہندوستان والوں کو خصوصیت سے یہ پیغام دیتا ہوں اور پاکستان کے احمدیوں کو بھی یہی پیغام ہے جو شکوے شکایات ہیں تکلیفوں کے ان پر صبر کریں اور صبر کے ساتھ شکر کا مضمون یوں باندھا گیا ہے جیسے چولی دامن کا ساتھ ہو۔ آپ صبر کریں، آپ کے صبر کا پھل خدا ضرور دے گا وہاں بھی دے گا اور باہر تو بے شمار پھل لگ رہا ہے اور ہم کبھی بھی نہیں بھولے اس بات کو کہ یہ خصوصیت کے ساتھ پاکستان کے مظلوموں کی قربانیاں ہیں جن کا پھل ساری دُنیا کھا رہی ہے اور اس پھل کا اب ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ ضرور شکر ادا کریں گے اور اس کثرت سے ادا کریں گے کہ خدا کی تقدیر لحظہ لحظہ ہمارے لئے زِہْ کا لفظ استعمال کرتی چلی جائے گی۔ اور ہر دفعہ جب خدا کا کلام ان معنوں میں ظاہر ہوگا کہ تم نے خوب کیا میں راضی ہو گیا تو اس کی بے شمار نعمتیں بھی ہم پر اتریں گی جن کا کوئی شمار ممکن نہیں ہے اور ہر نعمت کا شکر ہم پر واجب ہوتا چلا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ وہ تمام نعمتوں کا شکر

ادا کرنے والا تھا۔ یہاں اَنۡعُمِہٖ میں اگرچہ تمام کا لفظ استعمال نہیں ہوا مگر مضمون میں اَنۡعُمِہٖ سے مراد ہر نعمت کا اور نعمت کے اندر اس کے بڑے ہونے کا بھی ذکر موجود ہے۔ یہ عربی محاورہ ہے کیونکہ اللہ کی نعمتیں تو ابراہیمؑ پر تھیں ہی بے شمار۔ اِجۡتَبٰہُ جب فرما دیا تو اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو یہ ساری باتیں اس مضمون میں داخل ہیں۔ نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہم پر فرض ہے اور ان شکروں کو ادا کرتے کرتے تھکنا نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں جیسا کہ میں نے گزشتہ دفعہ بھی ہندوستان کو نصیحت کی تھی ایک بات یاد رکھیں کہ ان کو مالی قربانی کی عادت ڈال دیں۔ جتنے نئے آنے والے ہیں ان کو لازماً مالی قربانی کی عادت ڈال دینی چاہئے اور یہ پیغام تو سب دُنیا کے لئے ہے۔ ہر ایک شخص جس کی اولاد کو خدا تعالیٰ کوئی نوکری دیتا ہے یا تجارت میں کامیابی عطا فرماتا ہے ان سب کا فرض ہے کہ وہ خدا کی راہ میں اس کو اور خرچ کریں کیونکہ اس سے ان کا مال بڑھے گا، کم نہیں ہوگا۔ ابھی کل ہی کی ملاقاتوں میں ایک خاتون تشریف لائی تھیں اپنی بیٹی کو ساتھ لے کے اور ان کی طرف سے لفافہ مجھے دیا کہ تمام چندے ادا کرنے کے بعد پیچھے جتنی تنخواہ اس بچی کی بنتی تھی، پہلی تنخواہ وہ ساری کی ساری یہ پیش کر رہی ہے اس کو خدا کی راہ میں استعمال کر لیں اور میں نے یہ دستور بنا رکھا ہے کہ جو بھی پہلی تنخواہ دیتا ہے اس طرح اس کو مسجد کے لئے یا مساجد کی تعمیر میں استعمال کیا جائے۔ چنانچہ یہ بھی ایک بڑی مدّ ہے جو بنتی چلی جارہی ہے اور اس کے نتیجہ میں ہم ایسے علاقوں میں مسجدیں بناتے ہیں جہاں غربت کی وجہ سے وہ لوگ توفیق نہیں پاتے کہ مسجدیں بنا سکیں۔ تو یہ بھی ایک شکر کا طریقہ ہے اور جو مساجد احمدی بنائیں گے۔ اب دیکھیں نا! شکر کتنا لامتناہی چیز ہے۔ ان ساری مساجد میں اللہ کا شکر ادا کیا جائے گا اور غریب علاقوں میں اگر مسجد بنے تو اور بھی زیادہ ممنون ہوتے ہیں۔ امیر تو یہ سوچ لیتے ہیں کہ ہمیں توفیق ملی تھی ہم نے مسجد بنالی، بعضوں کو بے وقوفی سے یہ بھی شاید خیال آتا ہو کہ ہم نے بڑا کمال کر دیا ہے یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اللہ پہ احسان کیا ہے مگر فخر سے پھولے پھرتے ہیں کہ ہم نے کمال کر دیا ہے مسجد بنا دی مگر غریب نہیں یہ بات کرتا، سوچتا نہیں یہ بات، اس کو تو پتا ہے کہ مجھ میں توفیق ہی نہیں تھی۔ پس ایسے لوگ جو اپنی آمد خواہ کسی قسم کی آمد شروع ہوئی ہو، تجارت کی ہو، انڈسٹری کی ہو یا تنخواہوں وغیرہ کی ہو وہ خدا کے حصّہ کے چندے نکالنے کے بعد بقیہ رقم جو بچتی ہے وہ پہلی رقم پہلے مہینہ کی پوری کی پوری ادا

کر دیں یہ ایک بہت بڑا نیکی کا فعل ہے جو بڑھتا چلا جائے گا اور چونکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اسے ہم غریب علاقوں میں مساجد کے لئے استعمال کرتے ہیں تو وہاں وہ سارے شکر گزار ہوں گے اور جو بھی وہ شکر گزاری کریں گے اس کی جزا اُن کو ملتی چلی جائے گی۔ تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ بیرونی جماعتیں بھی اس سے نصیحت پکڑیں گی اور ہندوستان کی جماعتیں بھی خصوصیت کے ساتھ اس طرف بھی توجہ کریں گی کہ غریبوں کے چندے سے بچت کر کے وہاں مسجدیں بنانے کے لئے استعمال کریں اور کچھ زائد رقم ہم انشاء اللہ تعالیٰ مہیا کریں گے۔

میں سمجھتا ہوں مسجدیں تو جتنی بنائی جا سکتی ہوں بناتے چلے جانا چاہئے کیونکہ مسجد میں مومن کی روح ہے، مومن کی جان ہے، مسجد جماعت کا قائم مقام ہے اور مسجد کے نتیجہ میں ہی جماعت کو تقویت ملتی ہے۔ اس سلسلہ میں افریقہ والوں کو بھی میں نے ہدایت کی تھی۔ بعض دفعہ تھوڑی دیر کام کرنے کے بعد وہ لوگ تھک بھی جایا کرتے ہیں تو ان کو بھی میں دوبارہ بتا رہا ہوں مسجدوں کی تعمیر سے رکنا نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ بیس بنا دیں ہم نے یا تیس بنا دیں، بناتے چلے جائیں۔ کوئی جماعت ایسی نہ ہو جس کی اپنی مسجد نہ ہو اور جہاں مسجدیں ہو جائیں گی وہاں جماعتیں مستحکم ہو جائیں گی پھر نا ممکن ہے کہ ان کو ہٹایا جا سکے کیونکہ جماعتیں مسجد سے وابستہ ہوتی ہیں اور مسجد ہی میں تمام انسانوں کے اجتماع کا مضمون داخل ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (آل عمران: 97) میں یہی مضمون ہے جو بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے بنی نوع انسان کو جو باندھنے کا فیصلہ کیا تھا کہ ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں تو اللہ نے دیکھیں کیسی ترکیب کی اپنا گھر بنایا تا کہ اس کا فائدہ سارے بنی نوع انسان کو پہنچے اور سارے بنی نوع انسان اس گھر کے ذریعہ ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو جائیں۔ اب دیکھ لیں تمام بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں مبعوث فرما کر خانہ کعبہ کے گرد اکٹھا کر دیا ہے تو حج ہر دفعہ یہی تو پیغام لے کے آتا ہے کہ مسجدوں میں تمہاری زندگی ہے، مسجدوں میں تمہاری جماعت ہے۔ پس مسجدوں کی تعمیر کی طرف دُنیا کے تمام ممالک متوجہ ہوں اور پاکستان میں جو ہمارے دشمنوں کو دشمنی ہے مسجدوں سے اس کے باوجود جہاں جہاں جس طرح توفیق ملے مسجدیں ضرور بنائیں۔ اس کی سزائیں بھی ملتی ہیں، مسجدیں بنانے کے نتیجہ میں شہید بھی کئے جاتے ہیں مگر اللہ کا گھر بنانے سے احمدی باز نہیں آ سکتا۔ اگر ایسے حالات پیدا ہوں کہ اس کے نتیجہ میں نقصان کا ایسا خطرہ ہو کہ

جماعت کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہو تو ایسی صورت میں مخفی طور پر مسجدیں بنانا یہ ممکن ہے اور بنانی چاہئیں۔اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ اس طریق پر انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان کی مشکلات بھی دور فرمادے گا اور فرمانے لگا ہے، فرمارہا ہے۔

ایسے آثار نظر آرہے ہیں جن سے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اب دشمنوں کے اوپر تلوار کی طرح لٹک رہی ہے اور یہ تلواریں جگہ جگہ گر بھی رہی ہیں مگر ہوش نہیں آرہی۔اگر قوم کو ہوش نہ آئے، خدا کی طرف سے کھٹکھٹانے والی چیزیں بار بار دلوں کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہوں، آفات دلوں کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہوں اور ان کو ہوش نہ آئے تو پھر آخری تقدیر جو ہے وہ پھر کلیۃً منہدم کر دیا کرتی ہے، اُن کی ساری تدبیروں کو منہدم کر دیا کرتی ہے، ان کی ساری تعمیروں کو منہدم کر دیتی ہے۔جو خدا کا گھر منہدم کرنے میں فخر کریں ان کے گھر باقی کیسے رہ سکتے ہیں۔اللہ پکڑ میں دھیما ضرور ہے مگر اُمۡلِیۡ لَہُمۡ ؕ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ۔(الاعراف:184) میں مہلت تو ان کو دیتا ہوں مگر میری پکڑ بہت سخت ہے۔جب بھی ان کے پیمانے بھریں گے اور مجھے تو اب بھرے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں تو پھر وہ جو خدا کے گھر کے دشمن تھے، خدا کے گھر مٹانے کے درپے تھے ان کے گھر ضرور مٹائے جائیں گے اور مٹائے جا بھی رہے ہیں اور ان کو سمجھ نہیں آرہی۔تو اس وجہ سے میں ہمیشہ پاکستان کے لئے خود بھی دعا کرتا ہوں اور آپ کو بھی یہ مضمون چل پڑا ہے تو دعا کی طرف متوجہ کر رہا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں جب کہ دشمن نے ظلم کی حد کر دی تھی یا حدیں پھلانگ چکا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی:

”اَللّٰھُمَّ اھۡدِ قَوۡمِیۡ فَاِنَّھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔“

(الجامع لشعب الایمان، حدیث نمبر:1375)

اے میرے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے فَاِنَّھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ یہ جانتے نہیں۔یہ جو شرط ہے نہیں جانتے یہ شرط قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے۔جس طرح قوم نے ظلم کئے تھے ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے ہدایت مانگ کیسے سکتے تھے، سوائے اس عذر کے کہ اِنَّھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ کہ وہ جانتے نہیں مگر جب بھی میں یہ دعا کرتا ہوں میرے دل پہ یہ بوجھ پڑتا ہے کہ یہ لوگ تو جانتے ہیں اور جان بوجھ کے ایسا کر رہے ہیں۔اچھا بھلا پتا ہے کہ یہ مظلوم ہیں ان پر ظلم کرنا جائز نہیں ہے اس کے باوجود ظلم کرتے چلے جاتے ہیں۔

اب ہمارے مربی قدیر صاحب (عبدالقدیر قمر صاحب۔ مرتب) اس وقت پچیس سال عمر قید کاٹ رہے ہیں۔ ان کے جج نے واضح کر دیا تھا بار بار کہ میرے نزدیک تم بالکل معصوم ہو اور بری الذّمہ ہو۔ اس کے بعد فیصلہ یہ دیا کہ عمر قید سے کم اس کی سزا نہیں۔ تو اب وہ بظاہر اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا ہوا ہے، کیسے ممکن ہے کہ اللہ اسے چین سے رہنے دے۔ اس نے ہمیشہ کے لئے اپنی بربادی کے فیصلے پر دستخط کئے ہیں، اس پر مہر لگائی ہے۔ یا تو ایسا شخص خدا کی ہستی کا قائل ہی نہیں۔ وہ سمجھتا ہے کوئی بھی نہیں جائے گا وہاں، کچھ نہیں ہوگا تو اللہ کو قائل کروانا آتا ہے۔ اور اگر قائل ہے تو حد سے بڑھ کر جاہل ہے۔ جانتا ہے کہ ایک خدا ہے حساب لینے والا، جانتا ہے کہ عدالت کی کرسی پر جب کوئی بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی لازماً جوابدہی کرتا ہے خواہ وہ مومن ہو، غیر مومن ہو، جب بھی عدالت کی کرسی پر کوئی بیٹھے گا تو انصاف کا تقاضا پورا کرنا اس کا فرض ہے کیونکہ دُنیا میں قاضی ہی اللہ کے نمائندے ہوا کرتے ہیں اور یہ قضا کی نمائندگی دُنیا میں ہر جگہ چل رہی ہے۔ تمام دُنیا کی عدالتوں میں جو شخص بیٹھے گا اس پر یہ خدا تعالیٰ کا حکم صادر ہوگا خواہ وہ مومن ہو یا غیر مومن کہ فیصلہ انصاف سے کرنا ہے کیونکہ اللہ ہمیشہ انصاف سے کام لیتا ہے۔ پس اس کے باوجود اس نے انصاف سے کام نہیں لیا بلکہ ایک مظلوم اس کے ساتھ اور بھی بہت سے، وہ اس وقت جیلوں میں سڑ رہے ہیں جن کی سب سے بڑھ کر تکلیف یہ ہے کہ خدمت سے محروم ہو گئے ہیں۔ بڑی محنتیں کیں، بڑا علم سیکھا اور زندگیاں وقف کردیں کہ خدا ہم سے کام لے گا خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کریں گے اور اب بیکار بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو ان کو تو میں یہ پیغام دیتا ہوں کہ آپ بےکار نہیں ہیں۔ یہ کہنا تو آسان ہے کہ اللہ آپ کو جزا دے گا مگر جو صبر کی حالت میں سے گزر رہا ہو وہی جانتا ہے کہ کتنا مشکل کام ہے۔ کوئی شخص زندگی بھر کے لئے جیل کی کال کوٹھڑیوں میں ٹھونس دیا جائے اور اس کو پتا ہو کہ کوئی مَصرف نہیں ہے یہاں اور میری ساری عمر کی کمائیاں گویا ہاتھ سے چھینی گئیں اور ضائع ہوگئیں اور وہ کمائیاں کیا تھیں، اللہ کی راہ میں خدمت کرنے کا شوق۔ تو اس کی تکلیف کا تصور کر کے دیکھیں کہ کتنی زیادہ اس کی تکلیف ہے۔

ضمناً آپ سے گزارش ہے کہ اب رمضان آنے والا ہے، اپنی راتوں کو ایسے اسیرانِ راہِ مولا کے لئے گریہ وزاری کے ساتھ ایک واویلے میں تبدیل کر دیں، شور مچا دیں، ایسا شور آپ کے دل سے اٹھے کہ اس شور سے ناممکن ہے کہ خدا کی تقدیر حرکت میں نہ آئے۔ میں اُمید تو یہ رکھتا ہوں کہ وہ تقدیر

حرکت میں آرہی ہے، آچکی ہے مگر جس نہج پہ چل رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بدبختوں کی پکڑ کا وقت آ گیا ہے۔ جنہوں نے اس طرح معصوموں کے گھر برباد کئے ہیں، ان کی زندگیاں برباد کرنے کی کوشش کی ہے، ان کی زندگیاں لازماً برباد کی جائیں گی۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ چین کے ساتھ اس دُنیا سے رخصت ہوں اور جتنا ان کی موت کا وقت قریب آئے گا اتنا ہی زیادہ ان کے دل میں آگ لگتی چلی جائے گی اور بھڑکی لگتی چلی جائے گی۔ اب وہ فیصلہ دے بیٹھے ہیں جس کو واپس لینا ان کے بس میں ہی کوئی نہیں، اب توبہ استغفار کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لئے ظلم کرتے وقت انسان کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کبھی میں ظلم سے ہاتھ کھینچ بھی تو سکوں۔ اس وقت پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی تقدیر کام کر دیا کرتی ہے مگر جب ظلم سے ہاتھ کھینچنے کا انسان کو بس ہی نہ ہو، طاقت ہی نہ ہو تو وہ ظلم جو ہے وہ سوائے اس کے لئے ہمیشہ کی لعنت کے اور کچھ نہیں ہے۔ تو ایسی قوم سے ہمیں واسطہ پڑ رہا ہے جو ظلم سے ہاتھ کھینچنے کی اب طاقت نہیں رکھتی اور بہت سے دانشور یہی بات لکھ رہے ہیں کہ احمدیوں کے متعلق جو انہوں نے قدم اٹھا لئے ہیں اب ان میں توفیق ہی نہیں کہ وہ واپس کر سکیں۔ بے نظیر ہوں یا نواز شریف صاحب ہوں دونوں جب بھی آئے ایسے اقدامات کئے جس سے احمدیوں کے سلاسل اور زیادہ تنگ ہوتے چلے گئے اور زیرِ پا اُن کے آگ کو اور بھی زیادہ روشن کیا تو ایسی زنجیروں میں باندھا گیا ہے جس کے نیچے، قدموں کے نیچے آگ لگائی گئی ہے۔ یہ آگ جو اِن کے قدموں کے نیچے ہے اُن کے دلوں میں لازماً بھڑکائی جائے گی۔ یہ بے وقوف ہیں ان کو پتا ہی نہیں کہ دُنیا تو عارضی سی چیز ہے آج نہیں تو کل مرنا ہے اور ہمیشگی کی جہنم ان کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا کیونکہ یہ توبہ کے دروازے بند کر چکے ہیں۔ اگر توبہ کے دروازے کھلے رکھے ہوتے تو پھر ہماری دعائیں بھی ان کے کام آسکتی تھیں مگر توبہ کے دروازے تو بند کر بیٹھے ہیں۔

پس یاد رکھیں کہ اللہ کی ثنا میں اس کے شکر کا حق ادا کریں اور شکر کے حق ادا کرنے میں ایک یہ بات بھی ضمناً داخل ہے اور لازماً داخل ہے کہ ہر قسم کے ظلم سے ہاتھ کھینچ لیں۔ اللہ احسان کر رہا ہو اور آپ اس کے شکر کا حق ادا کرتے ہوئے لوگوں پر ظلم کر رہے ہوں یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تضادات ہیں۔ اسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفر فرمایا ہے۔ کفر کا مطلب ناشکری بھی ہے اور اللہ کا انکار بھی ہے تو اپنی عادت بنائیں کہ کبھی ظلم نہیں کرنا کسی پہ۔ گھر میں ہو یا گھر سے باہر ہو۔ بیوی بچے ہوں یا اعزاء اور

اقرباء ہوں یا غیر ہوں، ظلم کا تصور بھی احمدی کے ذہن میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ کیوں کہ اگر اس کے ذہن میں ظلم کا تصور آ جائے اور جگہ بنا لے خواہ وہ کسی پر بھی ظلم ہو تو اسی حد تک اللہ اپنی نعمتوں سے ہاتھ اٹھا لے گا اور یہ کہنا کہ ہم شکر بھی ادا کر رہے ہیں، بہت قربانیاں دے رہے ہیں اور ساتھ ظلم بھی چل رہا ہو یہ دو چیزیں اکٹھی چل نہیں سکتیں، یہ ہو نہیں سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی بھی توفیق عطا فرمائے۔ ایک جو آخری حدیث اس ضمن میں میں نے رکھی ہوئی ہے جس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شکر، تقویٰ، طہارت کے متعلق بعض اقتباسات ہیں جو پیش کرنے ہیں مگر چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے اس لئے اگلے خطبہ میں اس باقی حدیث سے بات شروع کر کے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات پھر آپ کے سامنے رکھوں گا۔